© rasailojaraid.com

محمد اسحاق بھٹی

قدیم دور کے چند سندھی فقہائے کرام

ارضِ ہند پہلی صدی ہجری ہی میں اسلام سے آشنا ہو گئی تھی اور خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں عرب فوجوں نے اس سے راہ و رسم پیدا کر لی تھی۔ پھر حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم کے دور میں بھی یہ سلسلہ مختلف صورتوں میں جاری رہا۔ ہند پر باقاعدہ فوجیں اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں ۹۲ھ میں محمد بن قاسم نے اتاریں، جن کی پہلی منزل ساحلِ دریائے سندھ تھا۔ چونکہ یہ تابعین اور تبع تابعین کا زمانہ تھا اور ان حضرات میں سے اکثر کو حصولِ علم کے ساتھ ساتھ جنگ و جہاد سے بھی تعلق خاطر تھا اس لیے ظاہر ہے محمد بن قاسم کی فوج میں محدث، فقیہ اور شاعر وغیرہ ہر قسم کے لوگ شامل ہوں گے، مگر ہمیں اس کی تفصیلات نہیں ملتیں تاہم سطور ذیل میں ابتدائی دور کے ان چند فقہائے کرام کا تذکرہ کیا جاتا ہے، جن کے کچھ نہ کچھ حالات دست یاب ہو سکے ہیں اور جن کا کسی نہ کسی نوعیت سے ہند و سندھ کے ساتھ تعلق رہا ہے۔

مولائے اسلام دیبلی

محمد بن قاسم ۹۲ھ میں ساحلِ سندھ پر اترے اور ان سے ملتے ہی سندھ کے بعض لوگ حلقۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔ ان میں ایک شخص مولائے اسلام بھی تھے، جن کو "مولائے اسلامی" "مولائے دیبلی" اور "مولائے اسلام دیبلی" سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ یہ محمد بن قاسم کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ نہایت فہیم و فربس تھے۔ معلوم ہوتا ہے، یہ پہلے سے پڑھے لکھے تھے اور راجہ داہر کے سرکاری حلقوں سے تعلق رکھتے تھے۔ اسلامی تعلیم بھی انھوں نے بہت جلد حاصل کر لی جس کی وجہ سے محمد بن قاسم کے نزدیک قابلِ اعتماد سمجھے جانے لگے۔ عربی زبان پر بھی انھوں نے بہت تھوڑے عرصے میں عبور حاصل کر لیا تھا۔ چچ نامہ کی روایت کے مطابق جب محمد بن قاسم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے دریائے سندھ کے ساحل پر قدم رکھا اور حالات کا جائزہ لیا تو اپنے ایک شامی مشیر کو قاصد کی حیثیت سے داہر کے پاس بھیجا اور بطور ترجمان کے مولائے اسلامی کو ان کے ساتھ روانہ کیا - یہ داہر کے دربار میں پہنچے تو مروّجہ درباری آداب بجالائے اور راجہ کو سر جھکا کر سلام کیے بغیر بیٹھ گئے -

داہر مولائے اسلامی کو جانتا تھا لیکن اسے یہ معلوم نہ تھا کہ یہ مسلمان ہو گئے ہیں - لہٰذا اس نے سلام و کورنش کے تقاضے پورے نہ کرنے کی وضاحت طلب کرتے ہوئے پوچھا -

چرا برقرار قانون شرط خدمت را اقامت ننمودی ، مگر ترا منع و زجر کردہ اند - ؟

تم نے درباری آداب و قواعد کی شرط پوری کیوں نہیں کی ؟ شاید تمھیں اس سے روک دیا گیا ہے ؟

مولائی جواب گفت : من آن وقت در کیش شما بودم ، واجب بودی برمن تا شرط عبودیت بجا آوردم - واکنوں بعزّ اسلام مشرف گشتہ ام و تعلقِ ما بہ بادشاہِ اسلام شد ، شرط نباشد کہ پیش کافر سر فرود آرم -

مولائے اسلامی نے جواب دیا - جب میں تمھارے مذہب میں داخل تھا ، اس وقت درباری نوعیت کی بندگی و نیاز مندی کے قواعد پر عمل کرنا میرے لیے ضروری تھا - لیکن اب کہ میں شرفِ اسلام سے مشرف ہو گیا ہوں اور میرا تعلق بادشاہِ اسلام سے قائم ہو چکا ہے ، مجھ پر کافر کے آگے سر جھکانا واجب نہیں رہا -

داہر ان سے اس اندازِ گفتگو کی توقع نہیں رکھتا تھا - اس نے نہایت خفگی کے عالم میں مولائے اسلامی سے کہا :

اگر تو رسول نہ بودی ، ترا سیاست فرمودمی تا ترا بعقوبت بکشتمی -

اگر تو قاصد نہ ہوتا تو میں تجھے اس قدر سزا دیتا کہ تو موت کے گھاٹ اتر جاتا -

مولائے اسلامی نے جواب دیا -

اگر اتفاقِ تو برکشتنِ ماست ، عرب را زیانی نباشد و بجہت یا زطلب خونِ ما انصاف ستانان ہستند ، طالبِ تو کفاف باشند [1]

---

[1] فتح نامہ سندھ - المعروف بہ چچ نامہ علی بن حامد بن ابوبکر کوفی - ص ۱۳۶ ، ۱۳۷ ، شائع کردہ مجلس مخطوطاتِ فارسیہ - حیدرآباد دکن - مطبع لطیفی دہلی - ۱۹۳۹ء - (۱۳۵۸ھ)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اگر تو مجھے قتل بھی کرا دے تو اس سے عربوں کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا، میرے خون کا انتقام لینے والے موجود ہیں، جن کا ہاتھ تیرے دامن تک ہر حال میں پہنچ کر رہے گا۔

ربیع بن صبیح سعدی بصری

ان کی کنیت ابو بکر اور ایک روایت کے مطابق ابو حفص تھی۔ بصرہ کے باشندہ تھے، اس لیے بصری اور بنو سعد بن زید مناۃ بن تمیم کے موالی تھے، اس لیے سعدی کہلاتے۔ جلیل القدر تابعی تھے۔ حضرت حسن بصری، حمید الطویل، یزید رقاشی، ابو الزبیر، ثابت بنانی اور مجاہد بن جبیر وغیرہم عظیم المرتبت حضرات کے شاگرد تھے، خود ان کے شاگردوں میں سفیان ثوری، عبد اللہ بن مبارک، دکیع، عاصم بن علی اور ابن مہدی ایسے اعاظم رجال کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ تہذیب التہذیب میں حافظ ابن حجر نے محدثانہ نقطۂ نظر سے ان کے بارے میں مختلف محدثین کی آرا تفصیل سے بیان کی ہیں، جن کے ذکر کی یہاں ضرورت نہیں۔ زعمائے اسلام میں سے تھے بصرہ کے بہت بڑے عالم، عابد و زاہد اور قائم اللیل تھے۔ یہ وہ تابعی ہیں جنھوں نے جہاد میں بھی حصہ لیا اور مجاہدین عرب کے ساتھ سرزمین ہند میں داخل ہوئے۔ محمد بن المثنیٰ وغیرہ کے بقول ۱۶۰ھ میں علاقہ سندھ میں وفات پائی۔ ابن سعد کی روایت کے مطابق جہاد کی غرض سے بحری راستے سے عازم سندھ ہوئے، سمندر ہی میں وفات پائی اور جزائر ہند کے ایک جزیرہ میں دفن کیے گئے۔ یہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے بصرہ میں کوئی کتاب تصنیف کی۔ اول من صنف بالبصرۃ[۵۲]

ان کے بارے میں ایک روایت یہ ہے کہ ۱۵۹ھ میں عرب تاجروں کو اہل گجرات سے کوئی شکایت پیدا ہوئی۔ اس کے ازالہ کے لیے مشہور عباسی خلیفہ مہدی نے عبد الملک بن شہاب مسمعی کے زیر کمان ایک بحری بیڑا روانہ کیا۔ یہ بیڑا ۱۶۰ھ میں بھاڑ بھوت پہنچا، جو بھڑوچ سے سات میل کے فاصلہ پر جانب مغرب ایک کچی بندرگاہ تھی اور جہاں جہاز سمندر کے مدوجزر کے ساتھ آتے جاتے تھے۔ زمین پر قدم رکھتے ہی اسلامی فوج نے حملہ کر دیا۔

---

۵۲ تہذیب التہذیب۔ از شہاب الدین ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ) ج ۳، ص ۲۴۷ (مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن۔ ۱۳۲۵ھ)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان فوجوں میں بہت سے رضاکار بھی تھے، جن کے سالار ابو بکر ربیع بن صبیح سعدی بصری تھے، جن کی ایک کنیت ابوحفص تھی - ان کو تابعی ہونے کا فخر حاصل تھا - انھوں نے اسلامی فوج کے سامنے جہاد کے موضوع سے متعلق زبردست تقریر کی اور اس کو جہاد کے لیے جوش دلایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عرب مسلمانوں نے حملہ کر دیا اور مخالفین اسلام، اسلامی فوج کے پرجوش حملوں کو روک نہ سکے۔

حملے کی تاب نہ لاکر باشندگان گجرات شہر میں چلے گئے اور پھاٹک بند کر لیا - اسلامی فوج نے شہر کا محاصرہ کر لیا - محاصرہ نے طول پکڑا تو لوگ تنگ آگئے - آخر ایک دن عرب فوج شہر میں داخل ہو گئی اور شہر فتح کر لیا گیا - لوگ بھاگ کر بدھوں کے ایک عبادت خانے میں داخل ہو گئے - عربوں کو اس عبادت خانے پر قلعہ کا شبہ گزرا، چنانچہ انھوں نے اس کا محاصرہ کر لیا اور جلد فتح کرنے کے لیے آتش گیر مادہ پھینکا جس سے عبادت خانہ میں آگ بھڑک اٹھی۔ کچھ لوگ جل کر مر گئے، باقی گھبراہٹ کے عالم میں باہر نکلے، جو تہ تیغ کر دیے گئے - اس جنگ میں انتیس عرب مسلمان بھی شہید ہو گئے - اتفاق سے یہ وہ دن تھے، جب وہاں ایک میلہ لگتا تھا جس میں گرد و نواح سے کثیر تعداد میں لوگ شریک ہوتے تھے، چونکہ میلہ میں شامل ہونے والوں کا بہت بڑا ازدحام تھا اور ساتھ ہی اس آتش گیر مادے کا اثر فضا میں پھیلا ہوا تھا، اس لیے شہر میں وبا پھوٹ پڑی، جس سے ایک ہزار مسلمان سپاہی بھی شہید ہو گئے - انہی شہداء میں ابو بکر ربیع بن صبیح سعدی بصری بھی تھے[۳۵] جو عظیم تابعی، محدث اور فقیہ تھے اور جن کا تعلق سرزمین سندھ یا ہند سے تھا۔

نجیح بن عبدالرحمٰن سندھی مدنی

ان کی کنیت ابو معشر ہے - یہ سندھ کے فقیہ اور عالم تھے - تبع تابعی تھے - انھوں نے بہت سے تابعین سے سماع حدیث کا شرف حاصل کیا، ان کا ذکر ابوسعید عبدالکریم بن محمد بن

---

[۳۵] تاریخ الکامل، ابن اثیر، ج ۶ ص ۱۳ (بحوالہ تاریخ سندھ، سید ابوظفر ندوی) ص ۱۶۱، ۱۶۲۔ (مطبوعہ دارالمصنفین اعظم گڑھ - ۱۳۶۶ھ - ۱۹۴۷ء)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

منصور تمیمی سمعانی (متوفی ۵۶۲ھ) نے سندھی علما و اکابر کے حالات کے ضمن میں اپنی مشہور تصنیف الانساب میں، امام ذہبی یعنی امام ابو عبداللہ شمس الدین ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ۔ ۱۳۴۷ء) نے تذکرۃ الحفاظ میں اور حافظ ابن حجر (شہاب الدین ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ) نے تہذیب التہذیب میں کیا ہے۔ حافظ ابنِ حجر نے تو ان کے بارے میں خاصی تفصیل سے لکھا ہے۔ انھوں نے بتایا ہے کہ بعض لوگوں کے نزدیک یہ اصلاً قبیلہ حمیر سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے پوتے داؤد بن محمد بن ابو معشر سے یہ روایت بھی بیان کی ہے کہ داؤد کہتے ہیں کہ ان کے والد محمد نے انھیں بتایا کہ ان کے والد ابو معشر اصل یمن کے باشندے تھے اور اس وقت قید کیے گئے جب یزید بن مہلب یمامہ اور بحرین پر حملہ آور ہوا تھا۔

ابو معشر مغازی پر گہری نظر رکھتے تھے۔ بنو ہاشم کے مولیٰ تھے۔ انھوں نے ابو امامہ بن سہل بن حنیف کو دیکھا اور سعید بن مسیّب، محمد بن کعب قرظی، ہشام بن موسیٰ بن یسار، ابو بردہ بن ابو موسیٰ، سعید بن ابو سعید المقری، نافع، محمد بن المنکدر، محمد بن قیس اور ایک بہت بڑی جماعت سے روایتِ حدیث کی۔ خود ان سے ان کے بیٹے محمد بن ابو معشر، سفیان ثوری اور اہلِ عراق کی ایک جماعت نے روایت کی۔ ابو زرعہ انھیں "صدوق" قرار دیتے ہیں اور امام نسائی "لیس بالقوی" کہتے ہیں۔ ابو نعیم انھیں سندھی بتاتے ہیں۔ بقول سمعانی یہ ام سلمہ کے مولیٰ تھے جو اہل مدینہ سے تعلق رکھتی تھیں، اسی بنا پر مدنی کہلائے۔ امام نسائی نے اپنی کتاب سنن نسائی میں ان سے روایات درج کی ہیں۔

امام احمد بن حنبل انھیں مغازی کے ماہر قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں: کان بصیرا بالمغازی۔ آخر عمر میں حافظہ مختل ہو گیا تھا، تاہم حدیث و فقہ کی یادداشت بڑی تیز تھی۔ اور علوم میں مہارت رکھتے تھے" کان من اوعیة العلم علی نقص فی حفظه۔ زبان میں ہکلاہٹ تھی اور "کعب" کو "قعب" کہتے تھے۔

ان کا حلیہ یہ تھا: رنگ سرخ، آنکھیں نیل گوں، جسم بھاری بھر کم۔ مشہور عباسی خلیفہ مہدی ۱۶۰ھ میں انھیں اپنے ساتھ عراق لے گیا اور ایک ہزار دینار عطا کیے۔ وہ ان سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بہت تعلق خاطر رکھتا تھا۔ اس نے ان سے لوگوں کو فقہ کی تعلیم دینے کی درخواست کی۔ رمضان ۱۷۰ ہجری میں فوت ہوئے۔ اسی سال خلیفہ ہارون الرشید تختِ خلافت پر متمکن ہوا۔ ان کی علمی اہمیت اور خلفا کے نزدیک ان کی عزت و احترام کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ خلیفہ ہارون الرشید نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور ان کی موت پر نہایت حزن و ملال کا اظہار کیا۔ بغداد کے مقبرۃ الکبیرہ میں دفن کیے گئے[۴]

فتح بن عبداللہ سندھی

ان کی کنیت ابو نصر ہے۔ یہ سندھی تھے اور فقیہ و متکلم تھے۔ آلِ حسن بن الحکم کے مولیٰ تھے۔ پھر آزاد کر دیے گئے۔ فقہ اور کلام کی تعلیم ابو علی محمد بن عبد الوہاب ثقفی سے حاصل کی اور حسن بن سفیان وغیرہ سے روایت حدیث کی۔ سمعانی نے انساب میں ان کے بارے میں ابو العلا احمد بن حمد بن فضل کے سلسلۂ روایت کے ذریعے عبداللہ بن حسین سے ایک عجیب و غریب روایت بیان کی ہے، اس سے پتہ ہے کہ ابو نصر فتح بن عبداللہ کس درجہ حق گو، صاف بیان اور علم و فضل کے مالک تھے۔ وہ روایت یہ ہے کہ عبداللہ بن حسین کہتے ہیں ایک روز ہم ابو نصر سندھی کے ساتھ دھول اور کیچڑ سے اٹی ہوئی زمین میں جا رہے تھے اور ان کے بہت سے مداحین و متاثرین بھی ساتھ تھے۔ ہم نے دیکھا کہ ایک شہزادہ مدہوشی کی حالت میں زمین پر خاک اور کیچڑ میں لت پت پڑا ہے۔ اس نے ہماری طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو ابو نصر نے منہ قریب کر کے اس کو سونگھا، اس

---

۵۴ ۱- الانساب سمعانی - ورق ۳۱۳- بذیل لفظِ سندی۔

۲- تذکرۃ الحفاظ، امام ذہبی - جلد اول ص ۲۳۴- طبع ثالث - دائرۃ المعارف عثمانیہ حیدر آباد دکن - ہند (مطبوعہ ۱۳۷۵ھ - ۱۹۵۵ء)

۳- تہذیب التہذیب - حافظ ابن حجر عسقلانی - جلد ۱۰- ص ۴۱۹ تا ۴۲۲، طبع اوّلیٰ - دائرۃ المعارف - حیدر آباد دکن - مطبوعہ (۱۳۲۷ھ)

۴- معجم البلدان - ابو عبداللہ یاقوت بن عبداللہ الحموی [illegible] طبع بیروت (۱۳۷۶ھ - ۱۹۵۷ء) -

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے منہ سے شراب کی بو آرہی تھی۔ شہزادے نے ابونصر سے کہا" او غلام! میں جس حالت میں پڑا ہوں تم دیکھ رہے ہو، لیکن تم ہو کہ نہایت اطمینان سے چلے جارہے ہو اور اتنے لوگ تمھارے پیچھے جارہے ہیں" ابونصر نے بے باکی سے جواب دیا" شہزادے انھیں معلوم ہے اس فرقِ مراتب کی کیا وجہ ہے؟ بات یہ ہے کہ میں نے تمھارے آباو اجداد کی پیروی شروع کردی ہے اور تم میرے آباو اجداد کے نقشِ قدم پر چل پڑے ہو۔"

اس روایت کے الفاظ یہ ہیں:

حدثنی عبد اللہ بن الحسین قال کنا یوما مع ابی نصر السندی وفینا کثرۃ حوالیہ ونحن نمشی فی الطین فاستقبلنا شریف سکران قد وقع فی الطین فلما نظر الینا شتمہ ابونصر، وقال نا فق یا عبد انا کما تری، وانت تمشی وخلفک ھٰولاء۔ فقال لہ ابونصر ایھا الشریف تدری لم ھذا؟ لانی متبع آثار جدک وانت متبع آثار جدی۔[ﮯ]

ابونصر فتح بن عبداللہ سندھی، دوسری صدی ہجری کے دیارِ سندھ و ہند کے ان خوش بخت حضرات میں سے تھے، جنھوں نے تابعین کرام کا زمانہ پایا، ان سے روایتِ حدیث و فقہ کی سعادت سے بہرہ اندوز ہوئے اور تبع تابعین کی جماعت میں شامل ہونے کا فخر حاصل کیا۔

اسرائیل بن موسیٰ بصری

انھیں ابوموسیٰ بصری بھی کہا جاتا ہے۔ تبع تابعین کی خوش قسمت جماعت سے تعلق رکھتے تھے۔ درحقیقت بصرہ کے باشندے تھے مگر ہند میں اقامت گزین ہوگئے تھے۔ حضرت حسن بصری، ابوحازم اشجعی، محمد بن سیرین، وہب بن منبہ، ایسے اکابر تابعین سے روایتِ حدیث کی جنھوں نے براہِ راست صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیے اور ان سے سماعِ حدیث و روایت کا شرف حاصل کیا۔ خود اسرائیل بن موسیٰ رحمہ اللہ کے تلامذہ میں بھی عظیم القدر حضرات شامل ہیں، جن میں

ﮯ ۱- الانساب - سمعانی - ورق ۳۱/۳ -

۲- معجم البلدان، جلد ۳ ص ۔ ۔ ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مشہور محدث سفیان ثوری، ابن عیینہ، یحییٰ بن سعید قطان اور حسین بن علی جعفی کے اسمائے گرامی خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔

ابن حبان نے ان کو ثقات میں شمار کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ دیارِ ہند میں بسلسلۂ سفر آمد و رفت رکھتے تھے۔ کان یسافر الی الھند۔

صحیح بخاری میں ان کے سلسلۂ روایت سے ایک حدیث مروی ہے جو چار مقامات پر درج ہے۔

لہ فی صحیح البخاری فرد حدیث مکرر فی اربعۃ مواضع۔

ابو حاتم اور یحییٰ بن معین نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔ یحییٰ بن معین ان کی توثیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اسرائیل صاحب الحسن ثقۃ۔

یعنی حسن بصری کے شاگرد اسرائیل بن موسیٰ ثقہ راوی ہیں

ابو حاتم نے ان سے متعلق لا بأس بہ کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ اسی طرح امام نسائی نے فرمایا ہے۔ لیس بہ بأس۔

صرف تنہا امام ازدی ہیں، جن کا نقطۂ نظر ان کے بارے میں ان تمام محدثین سے مختلف ہے۔ وہ ان کو "لین" یعنی روایت میں کمزور قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں۔ یہ وہ اسرائیل بن موسیٰ نہیں ہیں جنھوں نے وہب بن منبہ سے روایت کی اور جو امام سفیان ثوری کے استاد ہیں، بلکہ وہ تو ایک یمانی شیخ تھے۔

سمعانی، انساب میں ان کے ہندی ہونے سے متعلق لکھتے ہیں:

ابو موسیٰ اسرائیل بن موسیٰ الھندی بصری کان ینزل الھند فنسب الیھا۔

یعنی ابو موسیٰ اسرائیل بن موسیٰ ہندی، درحقیقت بصرہ کے باشندے تھے، چونکہ سفر کے سلسلے میں ان کا ہندوستان آنا جانا تھا، لہٰذا ہندی کہلاتے۔ یہ محدثین کے طبقۂ سادسہ سے تعلق رکھتے تھے [۶]

© rasailojaraid.com

[۶] الانساب۔ سمعانی۔ ورق ۵۹۳ زیر لفظ الہندی۔

© rasailojaraid.com

بہرحال صورتِ واقعہ خواہ کچھ بھی ہو حقیقتاً یہ بصری ہوں یا ہندی، خطۂ ہند سے ان کا گہرا تعلق تھا اور یہ سکونت و اقامت کے اعتبار سے "ہندی" مشہور تھے اور برصغیر پاک و ہند کو یہ شرف حاصل ہے کہ اتنا بڑا محدث و فقیہ اس قطعۂ ارضی سے کسی نہ کسی طریقے سے منسلک تھا۔

سندھ کا ایک گم نام عالم و مفسّر

قبیلۂ قریش کی ایک شاخ بنو اسد کے نام سے معروف تھی۔ اس شاخ کے ایک شخص کا نام ہبار بن اسود تھا، جو ۸ھ میں مسلمان ہوا۔ پھر ایک وقت آیا کہ اس خاندان کا ایک شخص جس کا نام منذر بن زبیر تھا، والیٔ سندھ حکم بن عوانہ (متوفی ۱۲۱ھ) کے ساتھ سندھ پہنچا اور پھر یہیں سکونت پذیر ہو گیا۔ بنو امیہ اور عباسیہ دونوں سلطنتوں کے زمانے میں اس خاندان کو سندھ کی حکومت میں کچھ نہ کچھ عمل دخل حاصل رہا۔ پھر ۲۴۰ھ میں سندھ کی حکومت اس خاندان میں منتقل ہو گئی اور اس کا والیِ اوّل منذر بن زبیر کا پوتا عمر بن عبدالعزیز مقرر ہوا۔ یہ خاندان عباسی خاندان کے ماتحت رہا۔ اس خاندان کے تمام والیانِ سندھ، نیک، ہمدرد، خلائق اور حدیث و فقہ کے عالم تھے۔ ان کے زمانے کا ایک واقعہ عجائب الہند میں مذکور ہے، جو لائق تذکرہ ہے۔

۲۷۰ھ میں سندھ کا والی عبداللہ بن عمر ہباری مقرر ہوا۔ اس کا دارالسلطنت منصورہ تھا۔ ۲۷۰ھ ہی میں سندھ کے ایک شہر ارور کے ہندو راجہ نے جس کا نام عربوں کے نزدیک مہروک بن رائک تھا منصورہ کے حاکم عبداللہ بن عمر ہباری سے درخواست کی کہ اس کو سندھی (اور بعض کے نزدیک ہندی) زبان میں مذہب اسلام کی بنیادی تعلیم سے متعلق معلومات قلم بند کر کے بھیجی جائیں۔ عبداللہ بن عمر ہباری نے ایک شخص کو بلایا جو اصلاً عراق کا باشندہ تھا، مگر اس کی پرورش اور

۲۔ تہذیب التہذیب۔ ابن حجر عسقلانی۔ ج ۱، ص ۲۶۱۔

۳۔ نزہتہ الخواطر۔ مولانا عبدالحی حسنی لکھنوی۔ ج ۱، ص ۲۳ (طبع اول۔ دائرۃ المعارف۔ حیدرآباد (ہندوستان)۔ ۱۳۶۶ھ / ۱۹۴۷ء)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تعلیم و تربیت منصورہ میں ہوئی تھی۔ وہ نہایت ذہین اور سمجھ دار آدمی تھا اور اس ملک کی متعدد زبانوں سے واقفیت رکھتا تھا۔ عبداللہ نے اس کے سامنے راجہ کی خواہش بیان کی۔ چنانچہ اس عالم نے ایک قصیدہ تیار کیا اور راجہ مذکور کی خواہش کے مطابق اس میں تمام اسلامی تعلیمات بیان کیں۔ عبداللہ نے یہ قصیدہ راجہ مہروک بن رائک کے پاس بھیج دیا۔ راجہ نے یہ قصیدہ سنا تو بہت خوش ہوا اور عبداللہ سے، اس شاعر اور عالم کو اپنے دربار میں بھیجنے کی درخواست کی۔ عبداللہ نے اس کو بھیج دیا۔ وہ تین سال وہاں مقیم رہا اور اس اثنا میں راجہ اس سے بہت خوش رہا۔

۲۷۳ھ میں وہ عالم، والیٔ سندھ عبداللہ سے ملا، عبداللہ نے اس سے راجہ کے متعلق کچھ سوال کیے تو اس نے بتایا کہ جس وقت میں وہاں سے چلا ہوں، اس وقت وہ صدقِ دل سے اسلام قبول کر چکا تھا لیکن حکومت چھن جانے کے خوف سے اس کا اظہار نہیں کرتا تھا۔ اس عالم نے راجہ سے متعلق بہت سے واقعات بیان کیے، جن میں ایک واقعہ یہ بیان کیا کہ راجہ نے اس سے سندھی زبان میں قرآن مجید کی تفسیر لکھنے کی فرمائش کی۔ وہ روزانہ چند آیات کی تفسیر کر کے اس کو سناتا جاتا۔ جب وہ سورۂ یٰسین کی اس آیت پر پہنچا: "مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ"[۵۷] اس کا ترجمہ سنایا اور تفسیر بیان کی تو راجہ اس وقت جواہرات سے مرصع سونے کے تخت پر بیٹھا تھا، کہا "ایک دفعہ پھر اس کی تفسیر بیان کرو"۔ چنانچہ دوبارہ تفسیر بیان کی گئی، تو وہ فوراً تخت سے اتر پڑا اور زمین پر چند قدم چلا، پھر پیشانی زمین پر رکھ دی، حالانکہ زمین پر پانی چھڑکا ہوا تھا اور وہ بہت تر ہو چکی تھی۔ راجہ اس قدر رویا کہ اس کے رخساروں پر مٹی جم گئی۔ پھر اس نے سر اٹھایا اور کہا: "بے شک یہی رب ہے جو ازلی اور ابدی ہے"۔ اس کے بعد اس نے ایک مکان تیار کرایا، جہاں تنہائی میں روزانہ خدا کی عبادت کرتا اور وقت پر نماز پڑھتا، مگر لوگوں پر یہ ظاہر کرتا کہ وہ تنہائی میں سلطنت کے اہم معاملات پر غور کیا کرتا ہے[۵۸]۔

سندھ کا یہ ایک گم نام عالم اور مفسر تھا اور جہاں تک ہمیں معلوم ہو سکا ہے غیر عربی زبانوں میں سندھی ہی پہلی زبان ہے جس کو قرآن مجید کا ترجمہ و تفسیر کرنے اور اسلامی تعلیمات کو اشعار کے قالب میں ڈھالنے کا فخر حاصل ہوا۔

---

[۵۷] یہ سورۂ یٰسین کی آیت نمبر ۷۸ ہے اور اس کا ترجمہ یہ ہے۔ (وہ یعنی منکرِ اسلام کہتا ہے کہ) سڑی گلی ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا؟

[۵۸] بزرگ بن شہریار۔ عجائب الہند۔ ص ۳۔

© rasailojaraid.com